19

جھوٹے مدّعیانِ نبوت اور مدّعیانِ الوہیت کی حالت

(فرمودہ 27، جون 1941ء)

تشہد، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل آیات کی تلاوت فرمائی:۔

وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَ اِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ؕ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔ لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ 1

اس کے بعد فرمایا:۔

" اللہ تعالیٰ کے قوانین بہت سے ہیں جو اس نے جاری فرمائے ہیں۔ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جب اس کی بارش نازل ہوتی ہے تو جہاں دانے اگتے ہیں، پھل اورسبزیاں پیدا ہوتی ہیں، درخت بڑھتے اورکھیتیاں لہلہاتی ہیں جن سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں، وہاں قسم قسم کی گندی روئیدگیاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔چنانچہ ہمارے ملک میں ایک ایسی ہی روئیدگی بکثرت ہوتی ہے جسے پنجابی میں" پدبھیڑا" کہتے ہیں۔یہ اتنی جلدی پیدا ہو جاتا ہے کہ رات کو جس جگہ کچھ بھی نظر نہیں آتا بارش کے بعد دن چڑھنے تک وہاں بیسیوں "پدبھیڑے" پیدا ہو جاتے ہیں۔یہ بِالعموم رُوڑیوں یعنی مَیلے کے

ڈھیروں پر اُگتے ہیں۔ تو جہاں بارش کے بعد اچھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں وہاں گندی بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔ یہی قانون خدا تعالیٰ کا روحانی بارش کے متعلق ہے۔ جب انبیاء آتے ہیں تو ان کی بعثت کے ساتھ کئی کمزور طبیعت کے لوگ جو یہ خیال کرتے ہیں کہ شاید محض دعویٰ کر دینے سے ہی انسان اپنی بات منوا سکتا اور کامیاب ہو جاتا ہے۔ بعض دفعہ دانستہ اور بعض دفعہ نادانستہ طور پر ان مخفی خیالات کے ماتحت اس غلط فہمی میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ وہ بھی خدا تعالیٰ کے مامور اور مرسل ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے بعد قریب کے زمانہ میں ہی چھ سات مدعیان نبوت پیدا ہو گئے۔ جب تک تو آفات و مصائب کا زمانہ تھا اور مشکلات درپیش تھیں اس وقت تک کوئی مدعی نبوت نہ تھا۔ جب تک آپ مکہ میں تھے اور یہ نظارہ دکھائی دیتا تھا کہ مسلمانوں کو ماریں پڑ رہی ہیں، بائیکاٹ ہو رہے ہیں، گھر سے بے گھر کئے جاتے ہیں کوئی مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا۔ کیونکہ ان حالات میں دماغ میں یہ حسرت ہی پیدا نہیں ہو سکتی تھی کہ ہم بھی ایسے دعوے سے عزت حاصل کریں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے فتوحات حاصل ہوئیں، اسلام کو غلبہ عطا ہوا تو لالچی طبائع نے جھوٹ بنا کر یا اپنے گندے خیالات سے متاثر ہو کر یہ خیال کیا کہ ترقیات کی یہ آسان راہ ہے اور یہ بات ہی دراصل ایک بہت بڑا ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ یہ مدعی یا تو بناوٹ سے کام لیتے اور جھوٹ بولتے ہیں اور یا اپنے لالچ اور حرص کے خیالات سے متاثر ہوتے ہیں اور انہی خیالات کے زیر اثر ان کو ایسے الہام بھی ہو جاتے ہیں۔ تکلیف کے زمانہ میں کسی ایسے مدعی کا نہ ہونا ان کے باطل پر ہونے کا زبردست ثبوت ہے۔ مکہ کے زمانہ میں کوئی ایسا مدعی نہ تھا اور کوئی اس زندگی کو برداشت کرنے کے لئے تیار نہ تھا کہ ماریں کھائے، گھر سے نکالا جائے وغیرہ وغیرہ۔ اس وقت تک تو کسی کو یہ پتہ نہ تھا کہ رسول کریم ﷺ مدینہ میں جائیں گے، اللہ تعالیٰ کی نصرت حاصل ہو گی اور آپ دشمنوں پر غلبہ پائیں گے۔ اس لئے کسی کے دل میں بھی یہ جوش نہ پیدا ہوتا تھا کہ آپ کی مثل بنا

جائے۔ لیکن جب کامیابیاں شروع ہوئیں تو بعض پاجیوں نے تو خدا تعالیٰ پر جھوٹ بنا کر اور بعض لالچی طبائع نے اپنے دماغی خیالات کے زیرِ اثر الہام وغیرہ کی بناء پر ایسے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ یہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں ہوا۔ آپ کے زمانہ میں بھی جس وقت تک تکالیف اور دکھوں کا زمانہ تھا کوئی مدعی نبوت پیدا نہیں ہوا۔ لیکن جب کامیابیوں کا دور شروع ہوا تو کئی ایسے مدعی پیدا ہو گئے۔ بعض ایسے لوگوں نے جن کے نزدیک دنیوی عزت ہی اصل چیز ہوتی ہے یہ سمجھ لیا کہ ہم بھی دعویٰ کرتے ہیں اور اس طرح عزت پا جائیں گے۔ یا بعض کو ان کے خیالات نے متمثل ہو کر ایسے خواب دکھائے کہ وہ سمجھنے لگے کہ واقعی وہ مامور ہیں۔ یہ خواب وہی حیثیت رکھتے ہیں جیسے کہتے ہیں کہ بلّی کو چھیچھڑوں کے خواب۔ چونکہ ان کے خیالات اس قسم کے ہوتے ہیں اس لئے ان کو خواب بھی ویسے ہی آنے لگتے ہیں۔ چراغ الدین جمونی اور ڈاکٹر عبد الحکیم وغیرہ ایسے ہی لوگوں میں سے تھے اور یہ سب اسی زمانہ کی پیداوار ہیں جب جماعت کامیابی کے رستہ پر چل پڑی تھی۔ 1892ء، 1893ء اور 1894ء میں کوئی ایسا مدعی نظر نہیں آتا۔ چونکہ یہ وہ زمانہ تھا جب ماریں پڑتی تھیں، بائیکاٹ ہوتے تھے، دنیا کی لعن طعن سہنی پڑتی تھی۔ اس لئے کسی کو یہ لالچ اور حرص نہ پیدا ہوتی تھی کہ ہم بھی ایسا دعویٰ کریں لیکن کامیابی شروع ہوئی تو بعض لالچی طبائع نے اپنے خیالات کے نتیجہ میں آنے والے خوابوں کی بناء پر اور بعض نے جھوٹ ہی ایسے دعوے کرنے شروع کر دیئے۔ ایسے ہی ایک شخص کے متعلق ایک دوست نے مجھے ایک واقعہ سنایا جو اس نے خود ان سے بیان کیا تھا۔ یہ شخص بھی ان میں سے تھا جو بناوٹ سے دعویٰ نہیں کرتے بلکہ جن کے خیالات متمثل ہو کر الہام کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات پر اشتہار دے دیا کہ جو لوگ سمجھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کی وفات بے موقع ہوئی ہے وہ صحیح نہیں سمجھتے۔ مجھے الہام ہوا ہے کہ جماعت کو اس اس طرح ترقی ہونے والی ہے۔ حضرت خلیفۃ اول نے حُسنِ ظنی سے کام لیتے ہوئے

اور یہ سمجھ کر کہ اس شخص نے جھوٹ تو بنایا نہیں وہ الہام بھی شائع کر دیئے۔ اس سے اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ اب تو میرے الہام خلیفۂ وقت نے بھی شائع کر دیئے اس لئے ان کو بہت اہمیت حاصل ہو گئی اور اس نے اپنی علیحدہ پگڑی جمانی شروع کر دی اور اس نے خود اس دوست سے جس نے مجھے یہ بات سنائی کہا کہ ایک دفعہ انہی خیالات کی وجہ سے مجھے نماز میں ہنسی آ گئی۔ مَیں نماز پڑھ رہا تھا کہ مجھے خیال آیا کہ اس طرح مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتے ہیں۔ اب مجھے بھی تائید و نصرت الٰہی حاصل ہو گی اور ترقیات حاصل ہوں گی۔ میرا گاؤں بھی قادیان کی طرح ترقی کرے گا یہاں بھی لنگر خانہ ہو گا، انجمن قائم ہو گی، روپیہ آئے گا او رہر طرف مجھے شُہرت حاصل ہو گی۔ انہی خیالات میں اسے یہ یاد ہی نہ رہا کہ مَیں نماز میں کھڑا ہوں اور ہنسی آ گئی۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ اسے جو الہام وغیرہ ہوتے تھے وہ دراصل اس کی حرص اور لالچ کا نتیجہ تھے۔ تو بعض لوگوں کو اپنے دماغی خیالات کے زیر اثر ایسے الہام بھی ہو جاتے ہیں جن کی بناء پر وہ ایسے دعوے کر دیتے ہیں اور بعض جھوٹ بولتے ہیں مگر یہ ہوتا اُسی وقت ہے جب وہ سلسلہ کی کامیابی کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ یہ ایک کامیابی کا آسان راستہ ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ میں ایک ایسا شخص یہاں آیا، مہمان خانہ میں ٹھہرا، اس وقت ترقی شروع ہو چکی تھی۔ اس نے بعض لوگوں سے بیان کیا کہ مجھے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوتا ہے کہ تو محمد ہے، موسیٰ ہے، عیسیٰ ہے۔ بعض لوگوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام سے اس کا ذکر کیا۔ وہ مسجد میں آیا تو آپ نے دریافت فرمایا کہ سنا ہے آپ کو ایسے الہام ہوتے ہیں؟ اس نے کہا ہاں جس طرح آپ کو اللہ تعالیٰ محمد، موسیٰ، عیسیٰ اور نوح وغیرہ ناموں کے ساتھ پکارتا ہے مجھے بھی پکارتا ہے۔ آپ نے فرمایا میاں یہ بھی خیال رکھو کہ شیطان جھوٹ بولا کرتا ہے خدا تعالیٰ نہیں۔ وہ ہمیشہ سچ بولتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کسی کو محمد کہتا ہے تو وہ قرآن کریم کے معارف بھی اس پر کھولتا ہے اور

اسے ایک نور عطا کرتا ہے اور رسول کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے معجزات کی طرح اسے بھی معجزات عطا کرتا ہے۔ جب وہ کسی کو موسیٰ کہتا ہے تو اس کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے حالات بھی پیدا کر تا ہے۔ جب کسی کو نوح کہتا ہے تو اس کے دشمنوں کی ہلاکت کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ تم کو جب الہام ہوتا ہے کہ تو محمد ہے، موسیٰ ہے، نوح ہے، تو ساتھ کوئی چیز بھی ان انبیاء جیسی ملتی ہے یا نہیں؟ اس نے کہا کہ ملتا ملاتا تو کچھ نہیں صرف نام ہی ملتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بس یہی ثبوت ہے اس امر کا کہ شیطان تمہارے ساتھ مذاق کرتا ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ نام عطا ہوتے تو وہ اس کے ساتھ ان نبیوں والے نشان بھی عطا کرتا۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیطان ہے جو تمہیں دھوکا دیتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ شیطان دھوکا دیا کرتا ہے لیکن خدا تعالیٰ سچے وعدے کرتا ہے۔2

غرض ترقیات کے زمانہ میں کئی ایسے لوگ پیدا ہو جاتے ہیں جو دعوے کو ترقیات کا ایک ذریعہ سمجھ کر ایسے دعوے کر دیا کرتے ہیں۔ یہ گویا اس مامور الٰہی کی صداقت پر نفوس کی شہادت ہوتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام کے زمانے میں بھی ایسے دعوے اس بات کا ثبوت تھے کہ ان لوگوں کے نفس تسلیم کرتے ہیں کہ آپ کو کامیابی حاصل ہو گئی ہے ورنہ انہیں ایسا دعویٰ کرنے کا خیال بھی نہ آتا اور اگر وہ نیک نیتی سے دعوے کرتے ہیں تو انہیں ایسے خواب نہ آتے کیونکہ جب تک عمدہ اور خوش نما نظارہ محرک نہ ہو ایسے خواب نہیں آتے۔

کئی ایسے مدعیان اپنے اشتہار وغیرہ مجھے بھجواتے رہتے ہیں۔ پرسوں کی ڈاک میں بھی ایک ایسا اشتہار آیا۔ اس میں ایک مدعی نبوت دوسرے کا جواب لکھ رہا ہے وہ اسے اپنا مرید ظاہر کرتا ہے اور دوسرا پہلے کو اپنا مرید بتاتا ہے اور لکھتا ہے کہ تُو نے میری بیعت کی تھی۔ ایسے پاگل لوگوں کی باتوں کا اثر گو عام طور پر نہیں ہوتا تاہم ایسے خیالات چونکہ پیدا ہوتے رہتے ہیں اور بعض نام نہاد صوفی بھی ایسی

باتیں کرتے رہتے ہیں اس لئے اس اشتہار میں سے ایک بات کے متعلق کچھ بیان کر دینا مَیں نے مناسب سمجھا۔ مَیں اس روز بیمار تھا اور کوئی غور و فکر کا کام تو کر نہ سکتا تھا اس لئے اس رسالہ کو اٹھا کر پڑھنے لگا۔ جس شخص نے یہ اشتہار لکھا ہے وہ دوسرے کو کہتا ہے کہ تم نے خدائی کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا مثیل قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ اللہ کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور کسی کو اس امت میں سے یہ نام حاصل نہیں۔ اور جب لوگوں نے یہ اعتراض کیا کہ یہ نہایت ناپاک گندا دعویٰ ہے تو اس نے اس کا جواب دیا کہ یہ دعویٰ تو مَیں نے احمدیوں کو چپ کرانے کے لئے کیا ہے۔ کیونکہ ان کے مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ اس امت میں سے نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ اگر تو اشتہار لکھنے والے نے یہ بات اپنے پاس سے کہی ہے تو وہ خود اس کا ذمہ دار ہے لیکن اگر یہ صحیح ہے تو اس کی مثال ایسی ہی ہے جیسے کہتے ہیں کہ کسی گاؤں کے نمبردار کے ہاں شادی تھی اس نے دوسرے لوگوں کے ہاں سے برتن منگوائے۔ ایک بے وقوف آدمی تھا اس کے ہاں سے بھی ایک کٹورا منگوایا اور شادی کے بعد باقی لوگوں کے برتن تو واپس ہوگئے مگر اتفاق سے اس بے وقوف کا کٹورا رہ گیا۔ کچھ روز انتظار کے بعد وہ بے وقوف اس نمبردار کے گھر اپنا کٹورا لینے آیا۔ اور اتفاق کی بات تھی کہ اس وقت وہ نمبردار اس کے کٹورے میں ساگ ڈال کر کھا رہا تھا۔ یہ دیکھ کر اسے بہت غصہ آیا اور جوش کی حالت میں کہنے لگا کہ چوہدری یہ بات تو ٹھیک نہیں۔ ایک تو تم نے میرا کٹورا اب تک واپس نہیں کیا، دوسرے اس میں ساگ ڈال کر کھا رہے ہو۔ اچھا مَیں بھی کبھی تمہارا کٹورا مانگ کر لے جاؤں گا اور اس میں پاخانہ ڈال کر کھاؤں گا۔ تو یہ شخص بھی ایسا ہی جاہل ہے جس نے کہا کہ چونکہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ نبی کا نام پانے کے لئے مَیں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اس لئے مَیں نے یہ کہہ دیا کہ خدا کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں۔ بلکہ یہ تو اس سے بھی زیادہ بے وقوف ہوا جس نے کہا تھا کہ میں

تمہارے کٹورے میں پاخانہ ڈال کر کھاؤں گا۔ پاخانہ کھانا بھی تو بہت گندی بات ہے مگر اتنی نہیں جتنی کسی کا یہ کہنا کہ مَیں خدا ہوں۔ اس رسالہ کے مصنف نے بعض وہ دلائل بھی دیئے ہیں جن سے وہ مدعیٔ الوہیت یا اس کے مرید اس کے اللہ تعالیٰ کے مثیل ہونے پر استدلال کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کے ایک مرید پر کسی نے اعتراض کیا کہ قرآن کریم تو شرک کی تردید کرتا ہے اور تم اپنے پیر کو خدا کا مثیل کہتے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ یعنی اس کی مثل کی مانند کوئی نہیں۔

پس اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مثیل ضرور ہونا چاہیئے۔ ہاں پھر اس مثیل جیسا کوئی اور نہ ہو سکے گا۔ اس رسالہ کا مصنف کہتا ہے کہ مَیں نے اسے کہا کہ اس آیت میں کَ کے معنے یہ ہیں کہ خدا تعالیٰ کی ذات میں اس کا کوئی مشابہ نہیں اور مثل کے یہ معنے ہیں کہ اس کی صفات میں اس کا کوئی مثیل نہیں مگر یہ معنے بھی غلط ہیں اور دونوں طرف سے جہالت کا مظاہرہ کیا گیا ہے۔

چونکہ ہمارے ملک میں بعض جھوٹے صوفیاء بھی ہیں جو ایسے دعوے کرتے ہیں اس لئے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس کے متعلق کچھ بیان کر دوں۔ ایسے صوفیاء زمینداروں کے پاس عام طور پر آتے رہتے ہیں اور ان کو گمراہ کرتے رہتے ہیں اور انہیں ایسی باتیں بتاتے ہیں جن سے پتہ لگتا ہے کہ انسان خدا ہے اور خدا کا مثیل ہے۔ اس قسم کے کئی اباحتی لوگ پھرتے رہتے ہیں اور گندے خیالات لوگوں میں پھیلاتے رہتے ہیں۔ مَیں کئی دفعہ سنا چکا ہوں کہ اسی طرح کا ایک آدمی میرے پاس بھی ایک دفعہ اسی مسجد میں آیا تھا اور اس نے کہا تھا کہ نماز تو خدا تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے پھر عارف کو نماز کی کیا ضرورت؟ جب دریا کا کنارہ آ جائے تو کشتی میں بیٹھے رہنے سے کیا فائدہ؟ مَیں نے اسے جو جواب دیا وہ مَیں کئی بار بیان کر چکا ہوں۔ پس ایسے لوگوں کے خیالات کی وجہ سے مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس کے متعلق کچھ بیان کر دوں۔

قرآن کریم ایسی زبردست کتاب ہے کہ کوئی شخص اس کے غلط معنے کر ہی نہیں سکتا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کے معنے اس شخص نے جہالت کی وجہ سے یہ کئے کہ اس کی مثل کی مانند کوئی نہیں۔ مگر دیکھو کس طرح اسی آیت کے سیاق و سباق میں ہی اس کے بے ہودہ خیال کی تردید کر دی گئی ہے۔ اس آیت سے پہلی آیات میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَيْءٍ فَحُكْمُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖۗ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ اللہ تعالیٰ کی توحید کے متعلق جب بھی کوئی اختلاف کرتا ہے تو یاد رکھو کہ حکم اس موقع پر اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہوتا ہے یعنی یہ کوئی ایسی چیز نہیں کہ جس کا فیصلہ انسانی عقل سے تعلق رکھتا ہو۔ ایسے امور میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ظاہر ہے۔ اس نے اپنی صفات کو ظاہر کیا ہوُا ہے۔ ان پر قیاس کر کے دیکھ لو کہ کوئی اس کا شریک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ کہتے ہیں کسی نے خدائی کا دعویٰ کیا تھا ایسے لوگوں کو بعض پاگل ساتھی بھی مل جاتے ہیں۔ ایک زمیندار روز دیکھتا تھا کہ بعض لوگ اس کے اردگرد جمع رہتے۔ مولوی آتے اور اس سے فلسفے چھانٹتے اور بحث مباحثہ کر کے چلے جاتے مگر اس پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ زمیندار کو یہ دیکھ کر کہ یہ شورش روز بروز بڑھتی ہی جاتی ہے، بہت غصہ آتا۔ اس فقیر کا ڈیرا بھی زمیندار کے کھیت کے پاس ہی تھا۔ سالہا سال کے بعد ایک دن اس زمیندار نے اس شخص کو اکیلا پایا اس کا کوئی مرید وغیرہ پاس نہ تھا یہ دیکھ کر وہ اس کے پاس پہنچا اور ادب سے گھٹنے ٹیک کر بیٹھ گیا اور دریافت کیا کہ کیا آپ خدا ہیں؟ اس نے کہا ہاں۔ زمیندار نے اُٹھ کر اسے گردن سے پکڑ لیا اور ایک گھونسہ رسید کر کے کہا تم نے ہی میرے باپ کو مارا تھا پھر ایک اور لگایا اور کہا تم نے ہی میری ماں کو مارا تھا مَیں تو بہت دیر سے تمہاری تلاش میں تھا، تم نے ہی میرے فلاں رشتہ دار کی جان لی تھی۔ پھر ایک اور گھونسہ لگایا اور کہا تم نے ہی میرے بیٹے پر موت وارد کی تھی۔ اس طرح وہ مارتا جاتا اور ایک ایک کر کے مرے ہوئے رشتہ داروں کے متعلق کہتا جاتا کہ کیا تم نے ہی ان کو مارا تھا۔ پھر اسی طرح اپنے مویشیوں کے مرنے اور فصلوں وغیرہ کے خراب ہونے پر

اس سے باز پُرس کرتا گیا اور ساتھ ساتھ اسے پیٹتا بھی گیا۔ جب اسے پندرہ بیس گھونسے اچھی طرح پڑے اور اس نے دیکھا کہ کسی طرح یہ سلسلہ ختم ہونے میں نہیں آتا تو چلّا اٹھا کہ نہیں مَیں خدا نہیں ہوں۔ پس فرمایا حُکْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ۔ خدا تعالیٰ کی ہستی ایسی غالب اور وراء الوراء ہے کہ اس پر کسی کا قابو نہیں چلتا۔ اس کے تمام افعال حکمت کے ماتحت ہوتے ہیں اور اس کے لئے کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی، اس کی صفات ظاہر ہیں۔ اگر کوئی بندہ اپنے اندر وہ صفات ثابت کر دے تو ہم مان لیں گے۔ اگر کوئی اس کی طرح مُحْیِ بن جائے، مُمِیْت بن جائے، قَہَّار، جَبَّار، مُہَیْمِن، اَلْعَزِیْز اپنے آپ کو ثابت کر دے تو ہم مان لیں گے۔ لیکن اگر وہ ان صفات کامالک نہیں تو اس کا خدائی کا دعویٰ محض بکواس ہے۔ پہلی آیت میں یہی بتایا ہے کہ یہاں ان لوگوں کا ذکر ہے جو خدا تعالیٰ کا شریک بناتے تھے۔ اور پھر فرمایا ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبِّيْ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو کہہ دے کہ یہ میرا رب ہے جس نے اپنی صفات کو ظاہر کیا ہے جو انسان خدائی کا مدعی ہے اسے تو دوسرا انسان پکڑ کرمار بھی سکتا ہے۔ مگر میرے خدا کو کوئی کہاں پکڑے گا۔ تم کہتے ہو کہ فلاں خدا تھا، فلاں خدا کا مظہر تھا اور خدا کا بیٹا تھا۔ مگر ان میں وہ صفات تم کہاں سے لاؤ گے جو میرے خدا نے ظاہر کی ہیں۔ وہ مُحْیِ ، مُمِیْت ، قُدُّوْس، مُہَیْمِن، جَبَّار، قَہَّار اور خدا تعالیٰ کی اَن گنت صفات کہاں سے پیدا کریں گے؟ کیا وہ یہ صفات ظاہر کر سکتے ہیں ؟ اگر یہ صفات تم کسی کے اندر دکھا دو گے تو مَیں مان لوں گا۔ لیکن اگر یہ صفات نہیں تو پھر محض دعویٰ بکواس ہی بکواس ہے۔ فرمایا تُو کہہ دے میرا رب تو وہ ہے جو زندہ ہے اور ایسے امور میں خود فیصلہ کر کے جھوٹے کو ذلیل کر دیتا ہے۔ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ میرا انحصار اسی پر ہے اور اسی کی مدد سے میں جیئوں گا۔ تم جھوٹے خدا بنتے ہو اور مَیں سچے خدا کا پرستار ہوں اور اسی کا سہارا رکھتا ہوں۔ ایک شخص مُنہ سے اپنے آپ کو ہاتھی کہے اور دوسرا ہاتھی پر چڑھا ہو تو دونوں میں سے کس کی طاقت زیادہ ہو گی۔ اگر کوئی مُنہ سے کہے مَیں عربی گھوڑا ہوں اور اس کے

مقابل کوئی بچہ ایک معمولی سی گھوڑی پر سوار ہو تو وہ بچہ اس سے آگے بڑھ جائے گا۔

اسی طرح فرماتا ہے کہ اے میرے رسول! تم ان سے کہہ دو کہ مَیں خدا نہیں ہوں مگر حقیقی خدا پر میرا سہارا ہے اور تم خود خدا بنتے ہو۔ اب دیکھیں دونوں میں سے کون جیتتا ہے؟

پھر فرمایا وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ۔ تم کیا طاقت رکھتے ہو کمزور بندے ہو مگر میں اس خدا کی طرف جھکتا ہوں جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ جو شخص خدائی کا دعویٰ کرتا ہے وہ ہر قسم کی دعاؤں سے محروم ہو جاتا ہے۔ سچے خدا کا پرستار جب کسی تکلیف میں پڑتا ہے اس کا بچہ بیمار ہوتا ہے تو وہ خدا تعالیٰ کے آستانہ پر گر جاتا اور اس سے دعا کرتا ہے کہ میری تکلیف دور کر دے، میرے بچے کو شفا دے دے۔ قرض خواہ تنگ کرتے ہیں تو وہ خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا اور اس سے التجا کرتا ہے کہ میرا قرض خواہ مجھے ذلیل کرنا چاہتا ہے تو میری فریاد سن اور اس ذلت سے نجات کے سامان پیدا کر دے۔ اس سے ایک تو اس کے دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے اور دوسرے ایک اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ میرا ایک رب اور خدا ہے جو میری مدد کرے گا یا وہ گورنمنٹ کے کسی قانون کی زد میں آ جاتا ہے۔ تو خدا کے حضور جھکتا اور اس سے دعا کرتا ہے کہ مَیں کمزور ہوں حکومت طاقت ور ہے اس کے پاس فوجیں ہیں اور ان کے گھمنڈ پر وہ مجھ پر ظلم کرتی ہے۔ مَیں بالکل بے بس اور بے کس ہوں اور حکومت کے ساتھ مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ اے میرے خدا تو ہی میری مدد کر۔ اس سے اس کے دل کی بھڑاس بھی نکل جاتی ہے اور اگر صحیح طور پر دعا کی گئی ہو تو زندہ خدا اس کی مدد بھی کرتا ہے۔ لیکن جو خود مدعی ہے کہ میں خدا ہوں۔ جب اس کے بیوی بچے بیمار ہوں اس کے دل میں ایک آگ لگی ہوئی ہوتی ہے وہ چاہتا ہے کہ مَیں چیخوں اور چلّاؤں۔ مگر شرمندہ ہوتا ہے کہ کس طرح ایسا کروں جبکہ مَیں خدائی کا یا خدا کا مثیل ہونے کا مدعی ہوں جبکہ وہ سَمِيْع،

بَصِیْر، مُحْیِ، مُمِیْت، اَلشَّافِیْ وغیرہ دعوے کرتا ہے تو بیوی یا بچہ کی بیماری کے وقت کسی دوسرے کے آگے کس طرح چلّا سکتا ہے اور دعا کر سکتا ہے۔ اگر وہ خدا کے سامنے جھکے تو کیا لوگ تمسخر نہ کریں گے کہ تم تو خود خدا بنتے تھے اب کیوں کسی خدا کے سامنے جھکتے ہو۔ اور اگر وہ خدا کا مثیل ہونے کا مدعی ہو تو پھر بھی وہ خدا کے سامنے نہیں جھک سکتا کیونکہ جیسا خدا ویسا ہی وہ۔ پھر اسے خداتعالیٰ سے دعا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تُو کہہ دے کہ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبِّیْ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَ اِلَیْہِ اُنِیْبُ ۔یہ میرا رب ہے اسی پر میرا توکّل ہے اور اسی کی طرف مصیبت کے وقت میں جھکتا ہوں۔ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کہتے ہیں مگر جب انہیں یہودیوں نے صلیب پر لٹکایا تو انہوں نے کہا ایلی ایلی لما سبقتانی۔ 3 اے میرے رب، اے میرے رب، تُو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا؟ یہ فقرہ عیسائیوں کو کتنا چبھنے والا ہے کیونکہ حضرت مسیح کے متعلق ان کے عقائد کو باطل قرار دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اب بعض اناجیل میں سے اسے نکال دیا گیا ہے۔ حضرت مسیح خود تو الوہیت کے مدعی نہ تھے وہ تو اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کا بندہ ہی سمجھتے تھے ان کا دل تو صلیب پر بھی مطمئن تھا کہ ابھی میرے لئے اپیل کی ایک اور جگہ باقی ہے۔ پیلاطوس نے گو مجھے یہود کے رحم پر چھوڑ دیا اور یہود نے میرے خلاف فیصلہ کر دیا مگر ان سب سے بالا ابھی ایک اور حکومت ہے اور مَیں اس کے پاس چلّاؤں گا۔ چنانچہ انہوں نے نہایت تضرع سے خد اتعالیٰ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ایلی ایلی لما سبقتانی۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کو بچا بھی لیا اگر وہ صلیب سے نہ بھی بچتے تب بھی ان کا دل مطمئن تھا کہ میرا ایک نگران ہے جو یا تو مجھے بچا لے گا یا اس کا بدلہ اگلے جہان میں انعامات کی صورت میں دے گا۔ مگر عیسائی اس فقرے کو پڑھ کر بہت گھبراتے ہیں کیونکہ وہ تو ان کو خدا بناتے ہیں اور یہ نہیں سوچتے کہ اگر ان کے اندر خدائی ہوتی، دنیا پر تصرف حاصل ہوتا تو وہ صلیب پر کسی

اور کو کیوں پکارتے؟ وہ تو ایک پھونک مارتے اور سب دشمنوں کو تباہ و برباد کر دیتے۔ تو یہ فقرہ حضرت مسیح کے لئے تو تسلی کا موجب تھا مگر ان کو خدا ماننے والوں کے لئے عذاب کا موجب ہے۔ اور وہ دل میں کہتے ہیں کہ کاش یہ فقرہ نہ ہوتا اور یہ کاش کاش انیس سو سال تک کہتے رہے ہیں گو اب اسے اڑا دیا ہے۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد! تُو کہہ دے کہ میرا تو رب موجود ہے اور میں اسی کی طرف مصائب اور مشکلات کے وقت جھکتا ہوں اور اسی پر میرا سہارا ہے۔ اس لئے مجھے کوئی گھبراہٹ نہیں ہو سکتی۔ میں جانتا ہوں کہ میرے خدا نے میرے لئے جو قانون بنایا ہے اسی پر عمل ہو گا تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اور جب تم مجھ پر ظلم کرتے ہو تو مَیں اس کی طرف جھکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اے میرے رب! مجھ پر ظلم ہوا۔ اس سے میرے دل کی بھڑاس نکل جاتی ہے اور تسلی ہو جاتی ہے کہ میرا خدا ضرور میری مدد کرے گا۔ مگر تم لوگ جسے خدا کا شریک بناتے ہو اور جسے دنیا کی پیدائش میں حصہ دار بناتے ہو جب یہ پڑھتے ہو کہ اس نے خود مصیبت کے وقت خدا تعالیٰ سے دعا کی، اور زاری کی تو تمہارا دل کتنا نادم ہوتا ہو گا اور ان کی یہ حالت دیکھ کر تمہارا کیا حال ہوتا ہو گا؟ میرے لئے تو میری دعائیں مصائب کے دور ہونے کا موجب ہوتی ہیں۔ مگر جنہیں تم خدا سمجھتے ہو ان کی ہر دعا تمہارے مُنہ پر تھپڑ بن کر لگتی ہے۔ ان کو جب بھوک پیاس لگتی ہو گی اور وہ خدا سے غذا اور پانی مانگتے ہوں گے تو وہ تو خدا سے کھانے اور پینے کی چیز پا کر اس کا شکر ادا کرتے ہوں گے کہ اس نے یہ نعمت انہیں عطا کی مگر ان کا کھانا اور پینا تمہارے مُنہ پر چپت بن کر لگتا ہے اور اس طرح تمہارے معبود تمہاری ذلت اور رسوائی کا موجب ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ میرا خدا تو وہ ہے جو زمین اور آسمانوں کا پیدا کرنے والا ہے جس نے بغیر مادہ کے زمین و آسمان پیدا کر دیئے مگر یہ معبودانِ باطلہ تو خود پیدا ہونے والے ہیں۔ ان سے پوچھو تمہارے باپ کا کیا نام ہے، دادا کا کیا نام ہے، نانا اور نانی کا کیا نام ہے تو وہ نام بتائیں گے۔ مگر میرا خدا

تو وہ ہے جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور دنیا کی ہر چیز کو پیدا کیا۔ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا۔ ہر چیز کے جوڑے بنائے ہیں۔ مرد کے لئے عورت جوڑا بنایا ہے اور عورت کے لئے مرد جوڑا بنایا ہے پھر جانوروں کے بھی جوڑے بنائے ہیں۔ يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ۔ اس تدبیر سے وہ تم کو کثرت بخشتا ہے نسل میں بھی اور مال میں بھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ خود لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ 4 ہے۔ نہ کسی نے اس کو جنا اور نہ اس نے کسی کو جنا۔ مگر انسانوں اور جانوروں کے لئے اس نے جوڑے بنائے ہیں اور اس ذریعہ سے ان کو کثرت بخشتا ہے اور اس طرح نسل ترقی کرتی ہے، مال ترقی کرتا ہے۔ اگر جوڑے پیدا نہ کرتا تو نسل نہ بڑھ سکتی، سواری کے لئے گھوڑے نہ مل سکتے، گوشت کھانے کے لئے بکریاں نہ مل سکتیں، زراعت کے لئے بیل نہ مل سکتے اور اس طرح نہ تو دولت بڑھ سکتی اور نہ نسل چل سکتی۔ اس نے تمہارے لئے یہ کثرت کے سامان پیدا کر دیئے ہیں اور یہ کثرت ہی دلیل ہے اس بات کی کہ تم خدا نہیں ہو سکتے کیونکہ جس چیز کے بڑھنے کے سامان پیدا ہوں وہ محتاج الی الغیر ہوتی ہے۔ بڑھنے کا قانون جاری ہی ان اشیاء پر ہوتا ہے جنہوں نے اپنی ضرورت کے ختم ہونے سے پہلے فنا ہو جانا ہو لیکن جو اشیاء اس وقت تک موجود رہتی ہیں کہ جس وقت تک ان کی ضرورت ہے ان کے متعلق بڑھنے کا کوئی قانون جاری نہیں ہوتا۔ انسان کی جس وقت تک اس دنیا میں ضرورت ہے اس وقت تک وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس لئے انسان کے اندر بڑھوتی کا قانون جاری کیا گیا ہے اور تناسل کا دروازہ اس کے لئے کھولا گیا ہے لیکن سورج چاند زمین چونکہ اس وقت تک قائم رہنے والے ہیں جب تک کہ ان کی ضرورت ہے۔ ان میں کوئی تناسل کا سلسلہ جاری نہیں۔ غرض جس چیز نے اپنی ضرورت کے مطابق قائم رہنا اور پھر ختم ہو جانا ہے اس کے لئے بیوی اور اولاد کی ضرورت ہے۔ جوڑے، اولاد اور تدثُّر کا سلسلہ انہی کے لئے ہے جنہوں نے فنا ہو جانا ہوتا ہے۔ پہاڑوں کے لئے اس کی ضرورت نہیں۔ چاند، سورج اور ستاروں کے لئے نہیں۔ بیوی بچوں کی ضرورت ان کے لئے

ہوتی ہے جنہوں نے فنا ہونا اور مٹ جانا ہوتا ہے۔اس سال کی گندم پچھلے سال کی گندم کی نسل ہے اور گندم عام طور پر دس پندرہ سال سے زیادہ محفوظ نہیں رہ سکتی۔ دو ہزار سال تک ایک گندم کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا اس لئے اس کے واسطے اولاد کا سلسلہ جاری کیا ہے۔گو یہ تناسل ایک دوسرے قاعدہ کے ماتحت ہے مگر بہرحال تناسل کا سلسلہ جاری ضرور ہے۔غرض جن چیزوں نے ہمیشہ کے لئے فائدہ نہیں دینا ہوتا اور ان کے اندر فنا کا سلسلہ جاری ہوتا ہے انہی کے لئے اولاد کا سلسلہ ہے۔یہ سلسلہ کبھی نر اور مادہ کے ملنے سے اور کبھی بیج اور زمین کے ملنے سے جاری ہوتا ہے۔چنانچہ یہ قانون بیان فرما کر فرماتا ہے لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ خدا تعالیٰ کا مثل کوئی نہیں یعنی باقی سب مخلوق جن قوانین کے ماتحت چل رہی ہے خدا تعالیٰ پر وہ قانون اثر انداز نہیں۔سو اس بات سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔باقی چیزیں جوڑوں سے ترقی کرتی ہیں اور اس لئے دوسروں کی محتاج ہوتی ہیں۔اور یہ ثبوت ہوتا ہے اس بات کا کہ وہ خدا نہیں ہو سکتیں کیونکہ ان پر موت بھی وارد ہوتی ہے اور انہیں احتیاج بھی ہے۔

غرض كَمِثۡلِهٖ سے یہ معنے لینا کہ اس کی ایک مثل ہو سکتی ہے جہالت کی بات ہے۔اگر یہ معنے کرنے والا عربی لغات سے ذرا بھی واقف ہوتا تو ایسے معنے ہرگز نہ کر سکتا۔قرآن کریم عربی زبان میں ہے اردو میں نہیں کہ اس آیت کے معنے ہو سکیں کہ اس کی مثل کی مثل کوئی نہیں ہو سکتا۔اس کا یہ ترجمہ کرنا ایسا ہی ہے جیسے آریہ کہتے ہیں کہ قرآن کا خدا مکّار ہے۔کیونکہ اس نے فرمایا ہے کہ وَاللّٰهُ خَيۡرُ الۡمٰكِرِيۡنَ [5] اردو میں تو مکّار بُرے معنوں میں استعمال ہوتا ہے مگر عربی میں اس کے معنے تدبیر کے ہیں۔پنجابی اور اردو کا مکر اَور ہے اور عربی کا اَور۔اسی طرح لَيۡسَ كَمِثۡلِهٖ شَيۡءٌ کے یہ معنے نہیں کہ اس کی مثل کی مثل نہیں ہو سکتی۔عربی میں بعض حروف زائد ہوتے ہیں اور ان کے معنے صرف تاکید کے ہوتے ہیں۔یہ "ک" بھی ایسے حروف میں سے ایک ہے اگر عربی میں کہیں کہ لَيۡسَ مِثۡلُهٗ شَيۡءٌ تو اس کے

معنے ہوں گے کہ خدا کی مثل کوئی نہیں لیکن جب کہا جائے گا لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ تو اس کے معنے یہ ہوں گے کہ خدا تعالیٰ کی مثل ہونا تو بڑی بات ہے مثل بننے کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا غرض ''ک'' نے مثل کا وجود ثابت نہیں کیا بلکہ اس کی قطعی نفی کر دی ہے اور نفی میں تاکید کے معنے پیدا کر دیئے ہیں۔

عرب شعراء کے کلام میں بھی اس کی مثالیں ملتی ہیں چنانچہ ایک عرب شاعر نے کہا کہ :

اَصْبَحْتَ مِثْلَ عَصْفٍ مَأْكُوْلٍ

کہ تُو کھائے ہوئے چارہ کی مانند ہو گیا یعنی بالکل ویسا ہی ہو گیا۔ پس اگر کسی فقرہ میں توکید کا کوئی لفظ آئے تو اگر مثبت ہو تو اس کے معنے ہوتے ہیں کہ بالکل ہی ویسا ہو گیا اور اگر منفی ہو تو اس کے معنے ہوں گے کہ اس کے قریب بھی نہیں پہنچ سکا۔ پس لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ کے معنے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے مثل ہونا تو الگ رہا اس کی مثل ہونے کے قریب بھی کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ بعض دفعہ ناقص مشابہت دو چیزوں میں ہو سکتی ہے۔ پس مثل پر ''ک'' کو بڑھا کر یہ مفہوم پیدا کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ اور دوسرے وجودوں میں ناقص مشابہت بھی نہیں ہو سکتی۔ فرض کرو زید اچھا کاتب بھی ہے، صرفی نحوی بھی اور طبیب بھی ہے۔ اب اگر کوئی اور شخص اچھا کاتب ہو تو کہہ سکتے ہیں کہ وہ شخص زید کی طرح ہے۔ یہ ناقص تشبیہہ ہو گی جو صرف ایک خوبی کے اشتراک کی وجہ سے دی جا سکتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہم ایسے نہیں ہیں کہ کسی کو ناقص مشابہت بھی ہمارے ساتھ ہو سکے۔ گویا صرف یہ نہیں کہ میرے جیسا بَصِیْر، سَمِیْع، مُحْيٖ، مُمِیْت اور قُدُّوْس کوئی نہیں بلکہ میری کوئی ایک صفت لے لو وہ بھی کسی دوسرے میں نہ پاؤ گے۔ صرف سَمِیْع کی صفت لے لو۔ سب صفات میں تو کسی کا میرے جیسا ہونا الگ رہا صرف سَمِیْع بھی میرے جیسا کوئی اور نہ ہو گا۔ پس ادھوری مشابہت بھی میرے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ میں نے اوپر مثال دی ہے کہ زید طبیب بھی ہے، کاتب بھی ہے اور صرفی اور نحوی بھی

۔اب یہ ممکن ہے کہ اس کی طرح یہ تینوں صفات کوئی دوسرا نہ رکھتا ہو۔ مگر ایک صفت اس جیسی کسی میں ہو تو گو وہ سب صفات میں زید سے مشابہ نہیں تاہم ایک مشابہت کی بناء پر اسے اس جیسا کہا جا سکتا ہے۔ مگر لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ سے مراد یہ ہے کہ ساری صفات میں شرکت تو الگ رہی ایک صفت میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ یہ تو الگ رہا کہ خدا جیسا کوئی بھی مُجِيْب، قُدُّوْس، جَبَّار، قَهَّار، سَمِيْع، بَصِيْر ہو۔ اس سے تو ایسی مماثلت ہی ناممکن ہے کہ کسی ایک صفت کے لحاظ سے ہی کوئی اس جیسا ہو۔ ان آیات سے پہلے بھی یہی مضمون بیان کیا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا کوئی مثل نہیں ہو سکتا اور خدا تعالیٰ کی بہت سی صفات بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس آیت میں مثل کی نفی کی گئی ہے نہ کہ اس کا اثبات کیا گیا ہے۔ پس جس نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ اس کی مثل کی مثل کوئی نہیں ہو سکتی وہ جاہل ہے۔ اس نے یہ سمجھ لیا ہے کہ شاید قرآن اردو زبان میں ہے اگر وہ عربی زبان سے واقف ہوتا تو اسے معلوم ہوتا کہ حرف تشبیہہ کی تکرار عربی قاعدہ کے مطابق توکید کے لئے آتی ہے۔ اور وہ آیت کے مضمون پر زور دیتی ہے نہ کہ نفی کرتی ہے اور بعد کا مضمون اس مفہوم کو اور پکّا کرتا ہے کیونکہ اس سے آگے فرمایا وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ یعنی یہ کس طرح ممکن ہے کہ کوئی اس کی صفات میں اس سے مشابہ ہو سکے۔ دوسری صفات کو جانے دو صرف سَمِيْع و بَصِيْر کی صفات کو ہی لے لو۔ خدا جیسا سَمِيْع اور بَصِيْر بھی کوئی نہیں ہو سکتا۔ یہ جو خدائی کے مدعی ہیں یہ سو رہے ہوتے ہیں اور بیوی پاس تکلیف سے کراہ رہی ہوتی ہے مگر ان کو کچھ پتہ نہیں ہوتا جب تک کہ اس کی چیخ نہ نکلے ان کے بچہ کی جان نکل رہی ہوتی ہے مگر ان کو کچھ علم نہیں ہوتا لیکن خدا تعالیٰ سَمِيْع اور بَصِيْر ہے اسے ذرہ ذرہ کی خبر ہے۔ اور دنیا میں لاکھوں کروڑوں انسان ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس کے سَمِيْع اور بَصِيْر ہونے کا تجربہ کیا ہے۔ ایک انسان اپنے بیوی بچوں سے چھپا کر دوستوں سے بھی پوشیدہ رکھ کر خدا تعالیٰ سے

ایک درخواست کرتا اور اسے پکارتا ہے تو وہ آسمان سے اس کے لئے سامان مہیا کر دیتا ہے حالانکہ اس نے کسی کو بھی اپنی خواہش نہیں بتائی ہوتی، وہ صرف ایک ہی ہستی کے سامنے اسے ظاہر کرتا ہے مگر وہ پوری ہو جاتی ہے۔

ایک مشہور بزرگ کے متعلق ایک واقعہ ہے کہ بادشاہ کسی دور دراز کے سفر پر اس بزرگ کے شہر سے کئی منزلوں کے فاصلوں پر تھا وہاں ایک وقت وہ غصہ کی حالت میں بیٹھا تھا کہ کسی مخالف نے موقع پا کر اس بزرگ کی شکایت کر دی کہ وہ ہمیشہ آپ کے خلاف منصوبے کرتا رہتا ہے اور بہت سے لوگ اس کے مرید ہیں۔ بادشاہ نے فوراً حکم دیا کہ انہیں حاضر کیا جائے۔ وہ بیچارے اپنے گھر میں آرام سے بیٹھے تھے کہ یہ حکم نامہ پہنچ گیا۔ وہ بہت حیران ہوئے کہ کیا معاملہ ہے۔ کہتے ہیں حکمِ حاکم مرگِ مفاجات۔ چار و ناچار روانہ ہوئے راستہ میں شام کا وقت ہو گیا اور ہر طرف جنگل ہی جنگل تھا اوپر سے بارش اور تیز آندھی آ گئی اور وہاں کوئی جائے پناہ نہ تھی سوائے ایک جھونپڑی کے جس میں ایک لولا لنگڑا اپاہج رہتا تھا۔ انہوں نے اس سے جھونپڑی میں پناہ لینے کی اجازت مانگی۔ جب اس کی اجازت سے جھونپڑی میں بیٹھ گئے تو آپس میں باتیں ہونے لگیں۔ اس اپاہج نے کہا کہ مَیں تو سالوں سے یہیں پڑا ہوں۔ میل دو میل کے فاصلہ پر گاؤں ہے وہاں کے لوگ روٹی وغیرہ پہنچا دیتے ہیں اور پھر اس نے اس بزرگ سے پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرا یہ نام ہے اور فلاں شہر کا رہنے والا ہوں۔ بادشاہ کا حکم پہنچا تھا کہ جس حال میں بھی ہو فوراً حاضر ہو جاؤ۔ چنانچہ مَیں چل پڑا۔ اس اپاہج نے یہ بات سنی تو کہا اچھا السّلام علیکم میں تو کئی سالوں سے آپ سے ملاقات کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کر رہا تھا۔ آپ کی شہرت سنی تھی اور زیارت کی خواہش تھی مگر معذور تھا۔ مَیں تو پاخانہ پیشاب کے لئے بھی نہیں اٹھ سکتا اتنی دور کیسے جا سکتا؟ ہاں دعا کرتا تھا کہ اللہ تعالیٰ زیارت کرادے۔ یہ بادشاہ کے حکم والی بات تو یونہی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ کوئی غلطی نکلے گی۔ آپ کو خدا تعالیٰ صرف میرے لئے

یہاں لایا ہے۔ وہ ابھی یہ باتیں کر رہے تھے کہ کسی نے باہر سے آواز دی کہ بارش ہو رہی ہے اجازت ہو تو اندر آ جاؤں۔ انہوں نے اجازت دے دی وہ اندر آیا تو اس سے بھی اپاہج نے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو اور کہاں جانا ہے۔ اس نے کہا کہ میں تو بادشاہ کا ایک حکم لے کر فلاں شہر میں فلاں بزرگ کے پاس جا رہا ہوں انہیں پہلے بادشاہ نے ایک حکم کے ذریعہ طلب کیا تھا اور اب اس نے کہا ہے کہ وہ حکم غلطی سے دیا گیا تھا آپ تکلیف نہ کریں۔

اس سے بھی بڑھ کر میرا اپنا ایک مشاہدہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس طرح بچوں کی بات بھی پوری کر لیتا ہے۔ ایک دفعہ بارش ہو رہی تھی مَیں ابھی بچہ ہی تھا اور سخت پیچش لگی ہوئی تھی۔ مَیں کھڑکی میں کھڑا بارش کا نظارہ دیکھ رہا تھا اور اس سے بہت لذت پا رہا تھا کہ پیٹ میں درد اٹھا۔ نہ معلوم میرے دل میں کیا خیال آیا۔ میں نے کہا یا اللہ! ابھی اس نظارہ سے میرا دل نہیں بھرا اس لئے تو ایسا کر کہ اب تو یہ نظارہ بند ہو جائے اور جب میں پاخانہ سے واپس آؤں تو پھر ہونے لگے۔ چنانچہ بارش فوراً بند ہو گئی اور جب پندرہ بیس منٹ کے بعد واپس آ کر مَیں اس کھڑکی میں کھڑا ہوا تو پھر فوراً شروع ہو گئی۔ دیکھو کیا چھوٹی سی خواہش تھی اتنی معمولی کہ اسے کسی اور کے سامنے بیان کرنے سے بھی میں شرماتا۔ مگر میرے خدا نے اسے آسمان پر سُنا اور پورا کر دیا۔ اسی طرح ہم نے ہزاروں لاکھوں بار اس کے سَمِیْع و بَصِیْر ہونے کا مطالعہ کیا ہے۔ یہ تو ہیں ثبوت اس کے سَمِیْع و بَصِیْر ہونے کے۔ بھلا کون انسان ایسا ہو سکتا ہے؟

خدا یا خدا کا مثیل ہونے کا دعویٰ کرنے والے کے سامنے کوئی شخص کسی کے کان میں بات کرے تو وہ سن نہیں سکتا بلکہ کہے گا کہ مجھے بھی بتاؤ تم نے کیا کہا۔ پھر خدا بَصِیْر ہے وہ ہر چیز کو دیکھتا ہے اور جانتا ہے کہ کیا کیا چیز کہاں کہاں چھپی ہے۔ اور پھر کوئی چیز جہاں بھی ہے اسے وہیں خوراک پہنچاتا ہے۔ برسات میں لاکھوں کروڑوں کیڑے مکوڑے پیدا ہو جاتے ہیں مگر وہ سب کو خوراک پہنچاتا ہے۔

کسی درخت کی جڑھ کے نیچے بھڑوں کا چھتہ ہوتا ہے یا کہیں زمین کے نیچے لاکھوں چیونٹیاں ہوتی ہیں مگر خدا تعالیٰ سب کو ان کی جگہ پر ہی خوراک پہنچاتا ہے۔ کیا کوئی انسان خواہ وہ خدا یا خدا کا مثیل ہونے کا مدعی کیوں نہ ہو ایسا بَصِیْر ہو سکتا ہے؟ پھر فرمایا لَہٗ مَقَالِیۡدُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ زمین و آسمان کی کُنجیاں اس کے پاس ہیں۔ خدائی کے مدعی تو الگ رہے جن کو لوگ افتراءً مدعی بنا دیتے ہیں وہ بھی دنیا میں مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو لوگوں نے خدا بنایا مگر یہود نے انہیں صلیب پر لٹکا دیا۔ حضرت امام حسینؓ کو بعض لوگ خدا بناتے ہیں مگر وہ کربلا میں شہید ہوئے۔ اس زمانہ میں بہاء اللہ نے دعویٰ کیا اور وہ قید خانہ میں ہی مر گیا۔ اور جس شخص کا مَیں ذکر کر رہا ہوں یہ بھی نظر بند ہے۔ تو یہ لوگ ایسی حالتوں میں سے گزرے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے پاس زمین و آسمان کی کنجیاں ہیں اسے قید کرنا تو درکنار اس کے بندوں کو بھی کوئی قید نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مشکلات کے وقت دوسروں کو بھی دعا کے لئے کہا کرتے تھے۔ جب پادری مارٹن کلارک والا مقدمہ تھا تو اس وجہ سے کہ وہ ایک انگریز پادری تھا اور وہ افسر بھی جس کے روبرو مقدمہ پیش تھا انگریز اور پادری منش آدمی تھا۔ آپ نے بہت سے لوگوں کو دعا کے لئے کہا۔ گھر میں والدہ صاحبہ سے بھی کہا۔ میری عمر اس وقت 9، 10 سال کی ہو گی مجھے بھی آپ نے دعا کے لئے کہا۔ مَیں نے اس رات ایک رؤیا دیکھا کہ میں اس گلی سے آ رہا ہوں جو ہمارے گھر کے مشرق کی طرف ہے اور جو آگے مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے گھر کی طرف چلی جاتی ہے۔ ہمارے مکان کی پرانی گلی وہی تھی۔ میں نے دیکھا کہ مَیں آ رہا ہوں اور آگے پولیس کے سپاہی کھڑے ہیں وہ مجھے اندر جانے سے روکتے ہیں مگر مَیں چلا گیا ہوں۔ ہمارے مکان میں ایک تہ خانہ ہوُا کرتا تھا جو ہمارے دادا صاحب مرحوم نے گرمیوں میں آرام کے لئے بنوایا ہوُا تھا اس کی کھڑکیاں گلی میں بھی کھلتی تھیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس خیال سے کہ بچے اندر جا کر کھیلتے ہیں اور اندھیری

جگہ ہونے کی وجہ سے سانپ بچھو وغیرہ کا خطرہ ہو سکتا ہے اس کی سیڑھیاں نصف تک بند کر ادی تھیں اور باقی جگہ میں گھر کی ردّی اشیاء عام طور پر رکھی جاتی تھیں۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ اس جگہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کھڑا کیا ہوًا ہے اور آپ کے سامنے سپاہی اُپلے رکھ رہے ہیں اور وہاں اُپلوں کا ڈھیر لگا دیا ہے۔ پھر دیا سلائی سے آگ لگاتے ہیں یہ نظارہ دیکھ کر میں خواب کی حالت میں ہی گھبراتا ہوں اور اس سپاہی کو وہاں سے ہٹانا چاہتا ہوں مگر دوسرے سپاہی مجھے روکتے ہیں۔ اتنے میں میری نظر اوپر اٹھی تو ایک عبارت موٹے حرفوں سے لکھی ہوئی نظر آئی جو یہ تھی "خدا کے بندوں کو کون جلا سکتا ہے؟" پھر کیا دیکھتا ہوں کہ یا تو اس سپاہی نے خود ہی اپلے ہٹا دئے یا وہ خود بخود ہٹ گئے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام باہر تشریف لے آئے۔ پس خداتعالیٰ پر کسی تکلیف کا آنا تو درکنار وہ تو اپنے بندوں پر بھی ایسے مصائب نہیں آنے دیتا۔ لیکن جو لوگ جھوٹے دعوے کرتے ہیں ان کے ساتھ ضرور ایسے سامان لگے ہوتے ہیں کہ جو اُن کی خدائی کے دعوے کو باطل کر دیں۔ آگے فرمایا یَبْسُطُ الرِّزْقَ میرا خدا تو دنیا کو رزق دیتا ہے مگر یہ مدعیان تو خود محتاج ہیں۔ روٹی کی ضرورت ہے، پانی کی احتیاج ہے۔ پھر روٹی کھاتے ہیں تو کہتے ہیں نمک زیادہ کیوں ہو گیا یا پھیکا کیوں ہے، روٹی کیوں جل گئی، سالن کو داغ کیوں لگ گیا پھر ان کو پیاس بھی لگتی ہے۔ گویا وہ خود ہر وقت محتاج ہیں دوسروں کو رزق کہاں سے دیں گے اور اس لئے خدا کیونکر ہو سکتے ہیں؟ پھر فرمایا۔ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ۔ وہ ہر چیز کو جانتا ہے اور اسے سب کا علم ہے۔ وہ خوب جانتا ہے کہ رزق کہاں ہے۔ مگر انسان کو کیا علم لاکھوں کروڑوں پونڈ کا سرمایہ پاس دبا ہوًا ہو، زیور، نقدی مدفون ہو مگر اسے کیا علم ہے۔ زمین کے نیچے کانیں پوشیدہ ہیں مگر انسان کو کیا علم۔ مگر خدا کو سب کچھ نظر آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اگر فلاں جگہ کو پچاس ساٹھ گز گہرا کھودا جائے تو نیچے سے اشرفیوں کے بھرے ہوئے مٹکے نکلیں گے۔ مگر ہم روز اس جگہ پر سے گزر جاتے ہیں مگر کچھ علم نہیں ہوتا۔ اور یہ سب باتیں ثبوت

ہیں اس بات کا کہ کوئی انسان خدا نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگوں پر جو خدائی کے مدعی ہوں تنگیاں بھی آتی ہیں۔ اگر وہ عَلِیْم ہوں توکیوں یہ دفن شدہ خزانے نکال کر مالا مال نہ ہو جائیں؟ اور جب وہ عَلِیْم نہیں تو خدا کس طرح ہو سکتے ہیں؟ خدا تعالیٰ کی ہزاروں صفات ہیں: وہ حَمِیْد ہے، مَجِیْد ہے،مُحْیِ، مُمِیْت، قُدُّوس، جَبَّار، قَہَّار،غَفَّار ہے لیکن جس کے اندر اِن میں سے ایک بھی صفت نہیں وہ احمق خدائی کا دعویٰ کس طرح کر سکتا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے جو الفاظ اس امر کے بتانے کے لئے استعمال کئے ہیں کہ کوئی غیر اللہ خدا نہیں ہو سکتا۔ وہی جاہل لوگوں نے اپنی خدائی کے لئے دلائل بنا لئے ہیں۔ جیسا کہ سورۃ النجم تو شرک کے ردّ میں ہے مگر بعض احمقوں نے یہاں تک کہہ دیا کہ اس کی تلاوت کے وقت رسول کریم ﷺ نے بعض تعریفی کلمات بتوں کے بارے میں کہے تھے جن پر کفار نے مسلمانوں کے ساتھ مل کر سجدہ کیا۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ ذَالِکَ۔ پس یہ بالکل غلط ہے کہ کوئی انسان خدا تو درکنار کسی ایک صفت میں بھی اس کا شریک بن سکتا ہے۔ یہ قرآن کریم کا معجزہ ہے کہ کوئی شخص اس کی ایک آیت کا بھی مفہوم بگاڑ کر پیش نہیں کر سکتا کیونکہ اس سے اگلا ہی فقرہ اس کے مُنہ پر چپیڑیں مارے گا اور یہ بھی خدا کے علیم ہونے کی ایک دلیل ہے۔ وہ چونکہ جانتا تھا کہ کہاں معنے بگاڑے جائیں گے اس لئے وہیں تردید بھی کر دی۔ ہمارے رِنگ 6 میں مشہور ہے کہ بڑے بڑے خزانوں کے نگران اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے اژدہا رکھے ہیں۔ یہ تو خیر ایک تمثیلی کلام ہے مگر قرآن کریم ایک ایسا خزانہ ہے کہ اس کی اگلی اور پچھلی آیات ہر آیت کے لئے اژدہا بن جاتی ہیں اور اس لئے اس کی کسی آیت کے غلط معنے کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ یہ ایک موتیوں کی لڑی ہے جس میں سے کوئی موتی چُرایا نہیں جا سکتا کیونکہ فوراً نظر آ جائے گا کہ فلاں جگہ موتی کم ہے اور فلاں قد اور شکل کا موتی گم ہے۔ موتیوں کے ہار پروئے ہی اس طرح جاتے ہیں کہ شروع کے موتی سب سے باریک ہوتے ہیں اور درمیانی سب سے بڑا ہوتا ہے اور پہلے موتیوں کے بعد کا ہر موتی

پہلے سے بڑا اور اگلے سے چھوٹا ہوتا ہے۔ اس لئے کس طرح ممکن ہو سکتا ہے کہ ہار میں سے کوئی ایک موتی چُرایا جا سکے۔ پس قرآن کریم بھی موتیوں کا ایک ایسا ہار ہے کہ اگر کوئی اس میں سے ایک بھی موتی چُرانا چاہے تو اگلے پچھلے موتی اسے چور ثابت کر دیں گے اور بتا دیں گے کہ موتی کہاں سے نکالا گیا ہے۔"

(الفضل 3 جولائی 1941ء)

---

1 الشوریٰ: 11تا17

2 وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ إِلَّا غُرُوْرًا (بنی اسرائیل:65) وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا (النساء:123)

3 متی باب 27 آیت 46

4 الاخلاص: 4

5 آل عمران:55

6 رِنگ: (Ring)، دائرہ، چکر